رُخصت وعزیمت

موزے پر مسح رُخصت کی کونسی قسم ہے؟

﴿ حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب ﴾

بِسْمِ اللّٰہِ حَامِدًا وَّ مُصَلِّیًا

شرعی اَحکام کی دو قسمیں ہیں : عزیمت اور رُخصت

عزیمت :

عزم وعزیمت لُغت میں مصمم ومؤکد اِرادہ کو کہتے ہیں۔

شریعت کی اِصطلاح میں عزیمت سے مراد وہ احکام ہیں جو شریعت نے ابتداءً یعنی کسی عذر کا لحاظ کیے بغیر لوگوں پر مقرر کیے ہیں خواہ وہ فرض و واجب ہوں یا سنت ونفل ہوں یا حرام ومکروہ ہوں۔

رُخصت :

لُغت میں رُخصت سہولت وآسانی کو کہتے ہیں۔

شریعت کی اِصطلاح میں رُخصت سے مراد وہ احکام ہیں جو شریعت نے اصلی حکم کے سبب کے باقی ہونے کے باوجود عذر کی بنیاد پر مقرر کیے ہیں۔

حنفیہ کے نزدیک رُخصت کی چار قسمیں ہیں :

پہلی قسم :

مَااسْتُبِیْحَ (اَیْ عُوْمِلَ مُعَامَلَۃَ الْمُبَاحِ فِیْ سُقُوْطِ الْمُؤَاخَذَۃِ لَا اَنَّہ' یَصِیْرُ مُبَاحًا فِیْ نَفْسِہٖ) مَعَ قِیَامِ الْمُحَرِّمِ وَ قِیَامِ حُکْمِہٖ جَمِیْعًا کَالْمُکْرَہِ ھِیَ اِجْرَاءُ کَلِمَۃِ الْکُفْرِ ۔ (نور الانوار)

کام کے فی نفسہٖ حرام ہونے اور اُس کی حرمت کے سبب کے باقی رہنے کے باوجود

لاچاری اور مجبوری کی وجہ سے اُس کام کو کرنے کی اجازت ہو اور اُس پر مؤاخذہ نہ ہو۔
بالفاظِ دیگر لاچار و مجبور شخص کے حق میں وہ حرام مباح کی طرح بن جاتا ہے کہ حرام رہنے کے باوجود مجبور شخص کو گناہ نہیں ہوتا۔

اِس کی مشہور مثال یہ ہے کہ جان کے یا عضو بدن کے اتلاف کی دھمکی دے کر کسی کو کلمہ کفر کہنے پر مجبور کیا جائے اور وہ مجبور شخص دل میں تصدیق و ایمان کو جمائے ہوئے زبان سے کلمہ کفر کہہ دے۔

ایمان کے واجب ہونے اور کفر و شرک کے حرام ہونے کے جو اَسباب ہیں یعنی قرآن و حدیث کی نصوص اور عقلی دلائل یہ سب موجود ہیں اور کلمہ کفر کہنے کی حرمت بھی باقی ہے اور مجبور شخص کے حق میں منسوخ نہیں ہیں اِس کے باوجود زبان سے کلمہ کفر کہنے کی اجازت و رُخصت ہے۔ لیکن چونکہ کلمہ کفر کہنے کی حرمت اور اُس کے اَسباب موجود ہیں اِس لیے اگر کوئی عزیمت کو اختیار کرے تو یہ اَولیٰ ہے یعنی اصل حکم پر عمل کرے اور کلمہ کفر زبان سے نہ نکالے اور قتل ہو جائے تو شہید ہوگا اور اَجر کا مستحق ہوگا۔

قرآن پاک میں ہے :

اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ وَ قَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَانِ

مگر جو شخص مجبور کیا جائے جبکہ اُس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو۔

حدیث میں ہے :

اِنَّ مُسَیْلَمَۃَ الْکَذَّابِ اَخَذَ اِثْنَیْنِ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِلْاَوَّلِ مَا تَقُوْلُ فِیْ مُحَمَّدٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ قَالَ فَمَا تَقُوْلُ فِیَّ قَالَ وَاَنْتَ اَیْضًا فَخَلّٰی سَبِیْلَہٗ وَقَالَ لِلْاٰخَرِ مَا تَقُوْلُ فِیْ مُحَمَّدٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ قَالَ فَمَا تَقُوْلُ فِیَّ قَالَ اَنَا اَصَمُّ لَااَسْمَعُ فَاَعَادَ عَلَیْہِ ثَلَاثًا فَاَعَادَ جَوَابَہٗ فَقَتَلَہٗ فَبَلَغَ ذٰلِکَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَمَّا الْاَوَّلُ فَاَخَذَ بِرُخْصَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَاَمَّاالثَّانِیْ فَصَدِعَ بِالْحَقِّ فَھَنِیْئًا لَّہٗ.

(التلخیص الحبیر ص 103 ج 4)

مسیلمہ کذاب نے رسول اللہ ﷺ کے دو صحابیوں کو پکڑا اور ایک سے پوچھا کہ تم محمد

ﷺ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ اُس نے پھر پوچھا کہ تم میرے بارے میں کیا کہتے ہو؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ تم بھی ہو۔ مسیلمہ نے اِن کو چھوڑ دیا پھر دُوسرے سے پوچھا کہ تم محمد ﷺ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ اُس نے پوچھا کہ تم میرے بارے میں کیا کہتے ہو؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ میں کچھ بہرا ہوں میں نے سُنا نہیں۔ اُس نے تین دفعہ سوال دُہرایا اور اُنہوں نے تینوں مرتبہ وہی بات کہی۔ اِس پر مسیلمہ نے اُن کو قتل کردیا، جب رسول اللہ ﷺ کو یہ بات پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا پہلے نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی رُخصت پر عمل کیا اور دُوسرا حق پر مارا گیا اُس کے لیے خوشخبری ہے۔

اِس رُخصت کی عقلی دلیل یہ ہے کہ کلمہ کفر نہ کہنے سے مجبور شخص کا اپنی جان میں جو حق ہے وہ سرے سے فوت ہوتا ہے ظاہری صورت میں بھی کہ قتل سے جسمانی ساخت بگڑتی ہے اور معنوی طور سے بھی کہ جسم سے رُوح نکل جاتی ہے جبکہ کلمہ کفر کہنے سے اللہ تعالیٰ کا حق قلبی تصدیق پر جمے رہنے کی وجہ سے معنوی طور پر باقی رہتا ہے۔

اِس رُخصت کی چند اور مثالیں :

(1) جان یا عضو کے اِتلاف کی دھمکی سے مجبور ہو کر کسی کا رمضان کا روزہ توڑنا۔

اِس صورت میں رمضان کا روزہ توڑنے کی حرمت بھی قائم ہے اور اِس حرمت کا سبب یعنی رمضان کا مہینہ ہونا بھی موجود ہے اِن دونوں باتوں کے ہوتے ہوئے اگر مجبور شخص اپنا روزہ نہ توڑے تو یہ عزیمت ہے اور اَولیٰ ہے اور آدمی شہید ہوگا اور اَجر کا مستحق ہوگا لیکن چونکہ روزہ نہ توڑنے میں بندے کا حق جاتا رہتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا حق اِس طرح سے باقی رہتا ہے کہ آدمی اِس کی قضا کر سکتا ہے اِس لیے بندے کو رُخصت ہے کہ وہ زبردستی کے وقت روزہ توڑ دے اور اُس کو گناہ نہ ہوگا۔

(2) جان یا عضو کے اِتلاف کی دھمکی سے مجبور ہو کر دُوسرے کا مال تلف کرنا اور بعد میں مالک کو تاوان اَدا کرنا۔

(3) جان یا عضو کے اِتلاف کی دھمکی سے مجبور ہو کر اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کرنا۔

اِس صورت میں اللہ تعالیٰ کا حق اِس طرح باقی رہتا ہے کہ مجبور شخص کم اَز کم ترک کرنے کی حرمت کا اعتقاد تو رکھتا ہے۔

(4) بھوک سے لاچار شخص کے لیے دُوسرے کا مال اُس کی اجازت کے بغیر کھانا اور بعد میں مالک کو تاوان اَدا کرنا۔

دُوسری قسم :

مَااسْتُبِیْحَ مَعَ قِیَامِ السَّبَبِ لٰکِنَّ الْحُکْمَ تَرَاخٰی عَنْهُ کَالْمُسَافِرِ وَ حُکْمُهٗ اَنَّ الْاَخْذَ بِالْعَزِیْمَةِ اَوْلٰی وَلِلتَرَدُّدِ فِی الرُّخْصَةِ . (نور الانوار)

کام کے وجوب کا سبب موجود ہو لیکن عذر کی وجہ سے حکم کو عذر ختم ہونے تک مؤخر کر دیا جائے۔ اِس کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ واجب کرنے سے کوئی ضرر نہ ہو تو عزیمت یعنی اُس کام کو کرنا اَولیٰ ہے۔ لیکن عذر کی وجہ سے نہ کرے بلکہ عذر ختم ہونے پر کرے تو جائز ہے گناہ نہ ہوگا (البتہ اگر عزیمت پر عمل کرنے سے ضرر ہو اور جان جائے یا دُوسروں کو سخت پریشانی ہو تو عزیمت کو ترک کرنا واجب ہے ورنہ گناہ گار ہوگا)۔

مثلاً جو شخص سفر میں ہو اُس کے حق میں رمضان کے روزے رکھنا رمضان کی وجہ سے فرض ہے لیکن سفر کے عذر کی وجہ سے فرضیت سفر ختم ہونے تک مؤخر ہوگئی ہے۔ البتہ حکم کے سبب یعنی ماہ رمضان کی موجودگی کی وجہ سے روزے رکھے تو اَولیٰ ہے۔ اِس کی تائید اِس بات سے بھی ہوتی ہے کہ رُخصت کا معنی یعنی سہولت و آسانی کبھی روزہ رکھنے میں ہوتی ہے کیونکہ رمضان میں روزے کی ایک عام فضا قائم ہوتی ہے جبکہ دُوسرے دنوں میں عام فضا نہ ہونے کی وجہ سے آدمی دُشواری محسوس کرتا ہے۔

تیسری قسم :

تیسری قسم یہ ہے کہ شرعی حکم باقی ہی نہ رہے مثلاً سابقہ شریعتوں کے سخت احکام جو ہماری شریعت میں منسوخ ہیں یہ حقیقت میں رُخصت کی قسم نہیں ہے کیونکہ یہ ہماری شریعت کا حکم ہی نہیں ہے البتہ مجازاً اِس کو رُخصت کہہ دیا جاتا ہے۔

چوتھی قسم :

مَا سَقَطَ عَنِ الْعِبَادِ مَعَ کَوْنِہٖ مَشْرُوْعًا فِی الْجُمْلَةِ فِیْ بَعْضِ الْمَوَاضِعِ سِوٰی مَوْضَعِ الرُّخْصَةِ ...... کَقَصْرِ الصَّلٰوةِ فِی السَّفَرِ . (نور الانوار)

وَاَمَّا فِی الْقِسْمِ الرَّابِعِ فَالْحُکْمُ سَاقِطٌ بِسُقُوْطِ السَّبَبِ الْمُوْجِبِ فِیْ مَحَلِّ الرُّخْصَةِ اِلَّا اَنَّہٗ مَشْرُوْعٌ فِی الْجُمْلَةِ اَیْ فِیْ مَوْضَعٍ آخَرَ . (حاشیہ علٰی نور الانوار)

عذر کے موقع کے علاوہ میں تو حکم جاری ہو لیکن عذر کے ہوتے ہوئے عذر کے مقام میں نہ حکم ہو اور نہ اُس کا سبب باقی ہو مثلاً جو آدمی مسافر نہ ہو مقیم ہو اُس کے حق میں ظہر کے چار فرض ہیں لیکن مسافر کے حق میں چار فرض ساقط ہو کر صرف دو فرض رہ جاتے ہیں اِس کو اِصطلاح میں رخصتِ اسقاط کہتے ہیں اور جب ظہر کی چار رکعتوں کی فرضیت باقی ہی نہ رہی تو اَب اگر کوئی مسافر دو کے بجائے چار رکعتیں پڑھے اور عزیمت پر عمل کرے تو یہ جائز نہیں کیونکہ نہ تو چار کا حکم باقی ہے اور نہ مسافر کے حق میں چار کا سبب باقی ہے۔

عَنْ یَعْلَی بْنِ اُمَیَّةَ قَالَ قُلْتُ لِعُمَرَ اِنَّمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ اِنْ خِفْتُمْ وَقَدْ اَمِنَ النَّاسُ فَقَالَ عُمَرُ عَجِبْتُ مِمَّا عَجِبْتَ مِنْہُ فَذَکَرْتُ ذٰلِکَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ صَدَقَةٌ تَصَدَّقَ اللّٰہُ بِھَا عَلَیْکُمْ فَاقْبَلُوْا صَدَقَتَہٗ .

یعلی بن اُمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ سے کہا اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں کہ اگر تمہیں خوف ہو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم نماز قصر کرو اور اَب تو لوگ اَمن میں ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ جس بات سے تمہیں تعجب ہوا مجھے بھی تعجب ہوا تھا اور میں نے اِس کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا یہ صدقہ ہے جو اللہ نے تم پر کیا ہے تو اللہ کے صدقہ کو قبول کرو۔

حدیث میں قصر کرنے کی رُخصت کو صدقہ کہا۔ صدقہ کی حقیقت یہ ہے کہ اپنی کسی چیز کا کسی دُوسرے (فقیر) کو مالک بنا دیا جائے، نماز کی رکعتیں ایسی چیز نہیں ہیں جو کسی دُوسرے کی ملکیت میں دی جاسکیں لہٰذا

یہاں صدقہ کا مجازی معنٰی مراد ہے یعنی چھوٹ یعنی اللہ تعالیٰ نے چار میں سے دو رکعتوں کی چھوٹ دے دی اور اِن کو ساقط کر دیا لہٰذا مسافر کے حق میں چار رکعات کی فرضیت کا سبب بھی باقی نہ رہا۔

اِس رُخصت کی ایک اور مثال شراب اور مردار کی حرمت ہے کہ عام حالت میں تو اِن کی حرمت قائم ہے لیکن بھوک سے لاچار شخص کے لیے جس کے پاس اور کچھ نہ ہو اِن کی حرمت باقی نہیں رہتی اور نہ ہی حرمت کا سبب موجود ہے کیونکہ مضطر و لاچار کا قرآنِ پاک میں اِستثناء کیا گیا ہے البتہ عذر دُور ہونے پر اِس معذور کے حق میں حرمت دوبارہ لوٹ آتی ہے لہٰذا اگر لاچار شخص مردار یا شراب پائے لیکن وہ اِن کو نہ کھائے پیئے اور مر جائے تو گناہ گار مرے گا کیونکہ اِس کے حق میں یہ چیزیں حرام نہ رہی تھیں اور قرآنِ پاک میں ہے لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ (اپنے کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں مت ڈالو)۔

چمڑے کے موزوں پر مسح کرنا رُخصت کی کس قسم میں داخل ہے؟

عام طور سے اِس کو مذکورہ بالا چوتھی قسم میں سے شمار کیا جاتا ہے۔ منار، نور الانوار اور مسلم الثبوت میں ایسے ہی ہے۔ اِس قسم میں چونکہ عذر کے وقت میں معذور کے حق میں نہ حکم رہتا ہے اور نہ سببِ حکم، لہٰذا اِس قسم میں سے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ موزے پہننے کی وجہ سے نہ تو پاؤں میں حدث آتا ہے اور نہ ہی اِس کو دھونے کا حکم اِس کو اِس طرح سے بیان کیا گیا ہے کہ موزہ پاؤں کی طرف حدث کے سرایت کر جانے کو روکتا ہے اور حدث خود موزے پر چڑھ جاتا ہے جس کا اِزالہ مسح سے کیا جاتا ہے اور چونکہ پاؤں میں حدث آیا ہی نہیں اِس لیے اِس کو دھونے کا حکم بھی نہیں۔ یہ مضمون یوں دیا گیا ہے :

فَاِنِ اسْتِتَارَ الْقَدَمِ بِالْخُفِّ یَمْنَعُ سِرَایَۃَ الْحَدَثِ (اَیْ بِالْاِعْتِبَارِ الشَّرْعِیِّ فَصَارَ الْقَدَمُ حِیْنَئِذٍ عِنْدَ الشَّارِعِ کَالْبَطْنِ وَالْفَخِذِ فَلَا یَکُوْنُ غَسْلُہٗ مَشْرُوْعًا لِاَنَّ سَبَبَ الْغَسْلِ سِرَایَۃُ الْحَدَثِ اِلَیْہِ وَلَمْ یُوْجَدْ)۔ (نور الانوار)

اَب وضو اور موزوں پر مسح کرنے کے بعد اگر کوئی اپنے موزے اُتار دے تو یہ حضرات کہتے ہیں کہ موزے نے جس حدث کو پاؤں کی طرف سرایت کرنے سے روکا ہوا تھا وہ حدث پیروں کی طرف سرایت کر جاتا ہے اور پاؤں کو دھونا ضروری ہو جاتا ہے۔ وَکَذَا اِذَا نَزَعَ قَبْلَ الْمُدَّۃِ لِاَنَّ عِنْدَ النَّزْعِ یَسْرِی الْحَدَثُ السَّابِقُ اِلَی الْقَدَمَیْنِ کَاَنَّہٗ لَمْ یَغْسِلْھُمَا. (ھدایہ)

ہمارا اِس پر یہ اعتراض ہے کہ باقی اَعضاء دھونے اور موزوں کا مسح کرنے سے حدث بالکل معدوم ہوجاتا ہے اور سابقہ حدث جاتا رہتا ہے اُس وقت اگر آدمی مدتِ مسح ختم ہونے سے پہلے اپنے موزے اُتار دے تو سابقہ حدث باقی ہی کہاں رہا تھا جو پھر وہ پاؤں کی طرف سرایت کر سکے۔

اِس لیے ہم کہتے ہیں کہ موزے کو **مانع سرایت حدث** کے بجائے **ساتر حدث القدمین** مانا جائے یعنی موزے پاؤں کی طرف حدث کو سرایت کرنے سے روکتے نہیں بلکہ پاؤں میں معمول کے مطابق حدث آجاتا ہے اور تبعًا موزوں پر بھی حدث چڑھ آتا ہے۔ البتہ موزے پاؤں کے حدث کو چھپا دیتے ہیں جس کی وجہ سے پاؤں کو دھونے کا حکم بھی موزے پہنے رہنے تک یا مدتِ مسح ختم ہونے تک ظاہر نہیں ہوتا۔ موزوں پر چڑھ جانے والے حدث کا اِزالہ مسح سے ہوجاتا ہے اگر کوئی شخص مدتِ مسح پوری ہونے سے پہلے موزے اُتار دے تو پاؤں کا حدث جو چھپا ہوا تھا ظاہر ہوجاتا ہے اور مسح ٹوٹ جاتا ہے اور پاؤں دھونا واجب ہوجاتا ہے۔

ابن ہمام رحمہ اللہ نے فتح القدیر میں یہی اعتراض نقل کر کے اِس کا جواب دیا ہے :

(1) فَاِنْ قِیْلَ لَاحَدَثَ لِیَسْرِیَ لِاَنَّہ کَانَ قَدْ حَلَّ بِالْخُفِّ ثُمَّ زَالَ بِالْمَسْحِ فَلا یَعُوْدُ اِلَّا بِسَبَبِہٖ مِنَ الْخَارِجِ النَّجِسِ وَنَحْوِہٖ قُلْنَا جَازَ اَنْ یَّعْتَبِرَ الشَّرْعُ اِرْتِفَاعَ الْحَدَثِ بِمَسْحِ الْخُفِّ مُقَیِّدًا بِمُدَّةٍ بِمَنْعِہٖ ثُمَّ عَلِمْنَا وُقُوْعَ مِثْلِہٖ فِی التَّیَمُّمِ حَیْثُ اِعْتَبَرَ فِی ارْتِفَاعِہٖ بِاِسْتِعْمَالِ الصَّعِیْدِ تَقَیُّدَہ بِمُدَّةِ اِعْتِبَارِہٖ عَامِلًا اَعْنِیْ مُدَّةَ عَدَمِ الْقُدْرَةِ عَلَی الْمَاءِ .

'' اگر یہ کہا جائے کہ اَب تو کوئی حدث نہیں ہے جو سرایت کر سکے کیونکہ جو حدث موزے پر چڑھا تھا وہ تو مسح سے زائل ہو چکا اور نیا حدث کسی نجس چیز کے جسم سے باہر نکلنے پر آئے گا۔ اِس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ شریعت نے مسح سے موزے کے حدث کے اِزالہ کو اس مدت کے ساتھ مقید اعتبار کیا ہو جس میں موزہ پاؤں دھونے کو روکتا ہو (یعنی جبکہ آدمی موزہ پہنے ہوئے ہو اور مدت مسح ابھی ختم نہ ہوئی ہو)۔ پھر اسی کی مثل ہم نے تیمّم میں پایا کہ جس میں شریعت نے مٹی کے استعمال سے حدث کے رفع کو پانی پر عدم

قدرت کی مدت کے ساتھ مقید اعتبار کیا ہے۔''

ہم کہتے ہیں کہ یہ جواب تسلی بخش نہیں ہے کیونکہ اگر چہ یہ بات مسلم ہے کہ مدت مسح پوری ہونے سے قبل موزہ اُترنے سے پاؤں دھونا واجب ہو جاتا ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس وقت اس کی علت کیا ہے؟ خود موزے کا اُترنا تو اس کی وجہ نہیں ہے کیونکہ بحرالرائق میں لکھا ہے :

اِعْلَمْ اَنَّ نَزْعَ الْخُفِّ وَمُضِیَّ الْمُدَّةِ غَیْرُ نَاقِضٍ فِی الْحَقِیْقَةِ وَاِنَّمَا النَّاقِضُ لَهُ الْحَدَثُ السَّابِقُ لٰکِنَّ الْحَدَثَ یَظْهُرُ عِنْدَ وُجُوْدِهِمَا فَاُضِیْفَ النَّقْضُ اِلَیْهِمَا مَجَازًا . (ص 177 ج 1)

جان لو کہ موزے کو اُتارنا اور مدت کا پورا ہونا یہ حقیقت میں خود مسح کے ناقض نہیں ہیں۔ ناقض تو محض سابقہ حدث ہے لیکن چونکہ حدث ان دونوں باتوں کے ہوتے ہوئے ظاہر ہوتا ہے لہٰذا نقض کی اضافت ان کی طرف جوازی اعتبار سے کی گئی ہے۔

دُوسرا احتمال یہ ہے کہ وہ سابقہ حدث ہو جو موزہ اُترنے پر ظاہر ہو گیا ہو۔ اس میں پھر دو صورتیں ہیں :

i- سابقہ حدث پاؤں کی طرف سرایت کر گیا ہو جیسا کہ ہدایہ میں ہے لِاَنَّ عِنْدَ النَّزْعِ یَسْرِی الْحَدَثُ السَّابِقُ اِلَی الْقَدَمَیْنِ کَاَنَّہ، لَمْ یَغْسِلْھُمَا کیونکہ موزہ اُتارنے سے سابقہ حدث پاؤں کی طرف سرایت کر جاتا ہے اور یہ صورت بن جاتی ہے کہ گویا پاؤں دھوئے نہیں گئے تھے۔

یہ بات قابلِ تسلیم نہیں کیونکہ سابقہ اِن حضرات کے نزدیک وضو کے دیگر اَعضاء اور موزوں میں آیا لیکن موزوں کی وجہ سے پاؤں میں نہیں گیا پھر آدمی نے دیگر اَعضاء کو دھویا اور موزوں پر مسح کیا تو اِس سے وہ حدث زائل اور معدوم ہو گیا۔ اِس کے بعد ممکن ہے کہ اور حدث بھی آئے ہوں اور وضو و مسح سے زائل ہو گئے ہوں تو جو معدوم ہو چکا ہو وہ موزے اُترنے سے خود بخود موجود ہو کر پاؤں میں سرایت کیسے کر سکتا ہے؟

ii- سابقہ حدث نے پاؤں میں بھی اور موزے میں بھی سرایت کیا لیکن موزے کی وجہ سے پاؤں کا حدث مستور اور کالمعدوم ہو گیا پھر جب موزے اُترے تو وہ سابقہ حدث جو مستور تھا ظاہر ہو گیا۔ یہی وہ بات ہے جو ہم کہنا چاہتے ہیں۔

ابن ہمام رحمہ اللہ نے اپنے جواب میں تیمّم کو نظیر کے طور پر پیش کیا ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ خود تیمّم میں

بھی یہ بات غورِ طلب ہے کہ پانی پر قدرت ہونے کے بعد تیمّم کے ٹوٹنے کی کیا وجہ ہے؟ خود پانی پر قدرت تو تیمّم کا ناقض نہیں ہے کیونکہ بحرالرائق میں ہے کہ اِس کی طرف اضافت مجازی ہے اور حقیقی ناقض تو سابقہ حدث ہے۔

وَاِسْنَادُ النَّقْضِ اِلٰی زَوَالِ مَا اَبَاحَ التَّیَمُّمَ اِسْنَادٌ مَجَازِیٌّ لِاَنَّ النَّاقِضَ حَقِیْقَۃً اِنَّمَا ھُوَ الْحَدَثُ السَّابِقُ بِخُرُوْجِ النَّجِسِ وَزَوَالُ الْمُبِیْحِ شَرْطٌ لِعَمَلِ الْحَدَثِ السَّابِقِ عَمَلَہٗ . (ص 152 ج 1)

تیمّم کے جواب کے موجب کے زوال کی طرف تیمّم کے ٹوٹنے کی اِضافت مجازی ہے کیونکہ ناقض حقیقت میں وہ سابقہ حدث ہے جو نجاست کے خروج سے ہوا تھا اور تیمّم کے جواز کے موجب کا زوال شرط ہے تاکہ سابقہ حدث اپنا عمل کر سکے۔

دُوسرا احتمال یہ ہے کہ تیمّم کے ٹوٹنے کی وجہ سابقہ حدث ہے اِس میں پھر دو صورتیں ہیں :

i- ایک یہ کہ تیمّم سے جو حدث معدوم ہو گیا تھا وہ پانی پر قدرت ملنے سے اَز خود وجود میں آ گیا لیکن یہ محال ہے۔

ii- دُوسری صورت یہ ہے کہ سابقہ حدث کو موجود لیکن تیمّم کی وجہ سے مستور سمجھا جائے یعنی یہ کہا جائے کہ تیمّم حدث کا اِزالہ نہیں کرتا بلکہ اُس کو مستور کر دیتا ہے اور پانی پر قدرت پانے پر مستور حدث ظاہر ہو گیا وھو المطلوب.

بہتر یہ ہے کہ ہم موزے کے مسح کو چوتھی قسم ہی میں سے شمار کریں لیکن پھر اِس قسم کی دو صنفیں بنانی ہوں گی۔ ایک وہ جس میں سببِ حکم عذر کے وقت معدوم رہتا ہے جیسے سفر میں نماز کو قصر کرنے میں ہے اور دُوسری وہ جس میں سببِ حکم معدوم نہیں ہوتا چھپا ہوا ہوتا ہے یعنی مستور ہوتا ہے۔ اِس کو رُخصت کی دُوسری قسم میں سے بنانا مشکل ہوتا ہے کیونکہ دُوسری قسم میں صرف یہی نہیں کہ سببِ حکم موجود ہوتا ہے بلکہ ظاہر بھی ہوتا ہے۔

موزے کو ساتر حدث القدمین ماننے کی صورت میں وہ تمام اعتراضات وارد نہیں ہوتے جو اِس کو مانع سرایت حدث ماننے کی صورت میں وارد ہوتے ہیں مثلاً :

(1) جس کو ہم نے اُوپر لکھا ہے کہ وضو اور مسح کرنے کے بعد اگر آدمی اپنا موزہ اُتار دے تو پاؤں میں حدث کے سرایت کرنے کی اور اِس کو دھونے کے وجوب کی کوئی وجہ نہیں بنتی۔

(2) اِس کو مسلم الثبوت میں یوں لکھا ہے :

وَفِیْهِ اَنَّهٗ اِنَّمَا یَتِمُّ لَوْ لَمْ یَکُنِ الْغَسْلُ هُنَاكَ فِی الرِّجْلِ مَشْرُوْعًا لٰکِنَّهٗ مَشْرُوْعٌ بَعْدُ وَاِنْ لَّمْ یَکُنْ یَنْزِعُ خُفَّیْهِ وَلِهٰذَا یَبْطُلُ مَسْحُهٗ لَوْخَاضَ فِی النَّهْرِ وَدَخَلَ الْمَاءُ فِی الْخُفِّ وَلَا یَجِبُ الْغَسْلُ بِانْقِضَآءِ الْمُدَّةِ . (مسلم الثبوت)

اس پر یہ اعتراض ہے کہ سرایت حدث کے مانع ہونے والی بات اُس وقت مانی جا سکتی ہے جب پاؤں کا دھونا جائز ہی نہ ہو جیسا کہ چوتھی قسم کا تقاضا ہے حالانکہ موزے اُتارے بغیر بھی اِن کو دھونا جائز ہے۔ اسی لیے اگر کوئی موزے پہنے پہنے نہر میں اُتر جائے اور پانی موزوں کے اَندر چلا جائے تو اُس کا مسح ختم ہو جاتا ہے اور پاؤں دُھلنے کی وجہ سے پچھلی مدت کے ختم ہونے پر دوبارہ پاؤں دھونے کی ضرورت نہ ہوگی۔

ہماری **ساتر حدث القدمین** والی بات کی رُو سے یہ مسئلہ بالکل دُرست ہے اور ہمیں تسلیم ہے کیونکہ پاؤں میں حدث تو موجود تھا جو موزے کی وجہ سے چھپا ہوا تھا۔ جب موزوں کے اَندر پانی گیا اور پاؤں دُھلا تو اُس کا حدث زائل ہو گیا اور مسح کی نئی مدت کا حساب شروع ہو گیا۔

لیکن **مانع سرایت حدث** ماننے والوں کو اِس اعتراض کا جواب دینے کی ضرورت ہوئی اور ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے یہ جواب دیا گیا کہ مسح کے باطل ہونے اور پاؤں کے دُھلنے کے مسئلہ کی روایت صحیح نہیں۔

وَاُجِیْبَ بِمَنْعِ صِحَّةِ رِوَایَةِ بُطْلَانِ الْمَسْحِ بَلْ نَقُوْلُ لَا یَبْطُلُ الْمَسْحُ وَرَضِیَ بِهٰذَا الشَّیْخُ اِبْنُ الْهُمَامِ فِیْ فَتْحِ الْقَدِیْرِ. (مسلم الثبوت وفواتح الرحموت)

اِس جواب پر پھر یہ اعتراض کیا گیا کہ یہ روایت فتاوی ظہیر یہ وغیرہ جیسی معتبر کتابوں میں مذکور ہے لہٰذا اِس کی روایت کی صحت کو نہ ماننا بلا دلیل ہے وَرُدَّ بِاَنَّ الرِّوَایَةَ مَذْکُوْرَةٌ فِی الْکُتُبِ الْمُعْتَبَرَةِ کَالظَّهِیْرِیَّةِ وَغَیْرِهَا. (مسلم الثبوت)

اِس اعتراض کا جواب بحر العلوم رحمۃ اللہ علیہ نے اِس طرح دیا کہ امام محمد بن فضل رحمہ اللہ کے فتاوی

میں یہ درج ہے کہ مسح کسی صورت میں باطل نہیں ہوگا۔ لٰہذا روایتوں میں تعارض ہوا اور کسی ایک روایت کو ترجیح قوتِ دلیل کی بنیاد پر ہوگی اور وہ مسح کے باطل نہ ہونے کی دلیل کو حاصل ہے جبکہ بطلان کی روایت کی دلیل ضعیف ہے۔

وَفِیْهِ اَنَّهٗ وَاِنْ کَانَتْ مَذْکُوْرَةً فِیْهَا لٰکِنْ ذُکِرَ فِیْ فَتَاوَی الْاِمَامِ مُحَمَّدِ بْنِ الفَضْلِ لَا یَبْطُلُ الْمَسْحُ عَلٰی کُلِّ حَالٍ وَمِثْلُهٗ فِی الْمُجْتَبٰی وَلَمَّا تَعَارَضَتِ الرِّوَایَاتُ فَالتَّرْجِیْحُ بِقُوَّةِ الدَّلِیْلِ وَهِیَ فِیْ دَلِیْلِ عَدَمِ بُطْلَانِ الْمَسْحِ وَ رِوَایَةُ الْبُطْلَانِ لِضُعْفِهَا مُنِعَتْ . (فواتح الرحموت)

پھر بحر العلوم رحمہ اللہ نے ترجیح کے لیے جو بات ذکر کی ہے وہ یہ ہے :

لَمَّا لَمْ یَدْخُلِ الْمُتَخَفِّفُ فِیْ خِطَابِ غَسْلِ الرِّجْلِ وَصَارَ وُضُوْءُهٗ شَرْعًا مِنْ غَیْرِ غَسْلِ الرِّجْلِ وَلَمْ یَسْرِ الْحَدَثُ اِلَی الْقَدَمِ صَارَ غَسْلُ الرِّجْلِ کَغَسْلِ الظَّهْرِ وَالْبَطْنِ فَکَیْفَ یَجْزِئُ الْغَسْلُ حَتّٰی یَبْطُلَ الْمَسْحُ وَلَا یَجِبُ شَیْءٌ بِالنَّزْعِ وَانْقِضَاءِ الْمُدَّةِ . (فواتح الرحموت)

موزے پہنا ہوا شخص پاؤں دھونے کے خطاب میں شامل نہیں اور شریعت کی رُو سے اُس کا وضو پاؤں دھونے کے بغیر ہے اور حدث نے اُس کے پاؤں کی طرف سرایت نہیں کیا لٰہذا اُس کا پاؤں دھونا ایسے ہی ہے جیسے کمر یا پیٹ کو دھونا۔ لٰہذا پاؤں کا دُھلنا کیونکر کافی ہوگا کہ یہ کہا جاسکے کہ اُس کا مسح باطل ہوگیا اور وضو ٹوٹنے سے پہلے موزے اُتارنے سے یا مدت ختم ہونے سے پاؤں دھونا واجب نہ ہوگا۔

ہم کہتے ہیں کہ موزے پہنا ہوا شخص پاؤں دھونے کے خطاب میں شامل نہ بھی اور اِس کے لیے علیحدہ خطاب بھی مانیں تب بھی اِتنا تو ہے کہ اُس کو اختیار ہے کہ چاہے موزوں پر مسح کرے یا موزے اُتار کر پاؤں دھوئے یا موزے پہنے پہنے پاؤں دھوئے اور خطاب اِن تینوں اختیارات پر مشتمل ہوگا۔ اور خطاب آتا ہے سبب کے بعد۔ سبب یا تو موزے پر چڑھا ہوا حدث ہوگا یا پاؤں میں سرایت کیا ہوا حدث ہوگا۔ موزے پر چڑھے ہوئے حدث کے لیے مسح کا خطاب ہوا۔ پاؤں دھونے کے لیے پاؤں کا حدث ضروری ہے۔ لیکن

بحرالعلوم اِس کی نفی کرتے ہوئے کہتے ہیں حدث نے پاؤں کی طرف سرایت نہیں کیا۔ ہم کہتے ہیں کہ جب پاؤں میں حدث ہے ہی نہیں تو خطاب اِس پر مشتمل کیونکر ہوسکتا ہے کہ چاہے پاؤں دھولو۔ اور اگر اِس کا یہ مطلب لیا جائے کہ چاہے موزے اُتارلوتا کہ سبب یعنی حدث پایا جائے پھر پاؤں دھولوتو اِس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ خطاب سبب سے پہلے ہوگیا۔

غرض عدمِ بطلانِ مسح کی روایت کوترجیح نہ ہوئی البتہ بطلانِ مسح کی روایت کو ہم مندرجہ ذیل دو وجوہ سے ترجیح دیتے ہیں :

i- وضواور مسح کرنے کے بعد اگر کوئی اپنے موزے اُتار دے تو مسح بالاتفاق باطل ہوجاتا ہے اور پاؤں دھونا متعین ہوجاتا ہے ایسا کیوں ہوتا ہے جبکہ وضو اور مسح کی وجہ سے سابقہ حدث باقی ہی نہیں رہا جو موزے اُتارنے سے پاؤں میں سرایت کرسکے۔ اِس کی صرف یہی وجہ رہ جاتی ہے کہ پاؤں میں حدث موجود تھا لیکن مستور تھا جو اَب ظاہر ہوگیا۔

ii- یہ کہنا کہ پاؤں دھونا معتبر نہیں اور یہ پیٹ یا کمر دھونے کے برابر ہے بے بنیاد بات ہے کیونکہ موزہ پہننے سے مسح متعین نہیں ہوجاتا اور آدمی کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ چاہے مسح کرے یا موزے اُتار کر پاؤں دھوئے یا موزے پہنے پہنے پاؤں دھوئے اور وضو کی طرح پاؤں دھونے میں بھی نیت شرط نہیں ہے۔

بطلانِ مسح کی روایت کے راجح ہونے کی وجہ یہی ہے کہ ملا بہاری رحمہ اللہ نے مسلم الثبوت میں دُوسرے جواب کو اختیار کیا، جو یہ ہے :

بَلِ الْحَقُّ فِی الْجَوَابِ اَنْ یُّقَالَ اَلْمُعْتَبَرُ فِیْ رُخْصَةِ الْاِسْقَاطِ نَفْیُ الْمَشْرُوْعِیَّةِ لِلْعَزِیْمَةِ فِیْ نَظَرِ الشَّارِعِ بِاَنْ یَّکُوْنَ الْعَمَلُ بِهٖ اَیْ بِالْحُکْمِ الْاَصْلِیِّ الَّذِیْ هُوَ الْعَزِیْمَةُ اِثْمًا لَاعَدَمَ تَرَتُّبِ الْاَجْزَاءِ اِنْ اَتٰی بِهٖ وَبُطْلَانُ هٰذَا الْاِثْمِ مَمْنُوْعٌ .

دُرست جواب یہ ہوگا کہ رُخصتِ اسقاط میں اعتبار اُس کا ہے کہ شارع کی نظر میں عزیمت کی مشروعیت نہیں رہتی بایں معنٰی کہ اُس پر عمل کرنے سے گناہ ہوتا ہے نہ یہ کہ وہ عمل شمار نہیں ہوتا۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ جواب بھی محض ایک تکلف ہے جو ملا بہاری رحمہ اللہ کو اِس لیے کرنا پڑا ہے کہ اُنہوں نے مسح خفین اور اکلِ مَیتة کو ایک جیسا سمجھ لیا ہے حالانکہ دونوں میں فرق ہے۔ اکلِ مَیتة میں تو لاچار کے لیے نہ سبب حرمت ثابت ہے اور نہ ہی حرمت کا حکم، اسی وجہ سے لاچار اگر مردار نہ کھائے اور مرجائے تو گناہ گار ہوتا ہے۔ اس کے برعکس مسحِ خفین کے مسئلہ میں پاؤں دھونے کا اختیار اِس بات پر دلیل ہے کہ اُس کا سبب یعنی پاؤں کا حدث موجود ہے۔ مزید دلائل ہم اُوپر ذکر کر چکے ہیں۔ اِسی لیے پاؤں دھونے سے وہ گناہ گار نہیں ہوتا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ رُخصت کی چوتھی قسم کی دو مختلف صنفیں ہیں۔ ایک جس کی مثال لاچار کے لیے اکلِ میتة ہے کہ لاچار کے حق میں نہ تو سبب موجود ہے اور نہ ہی لاچاری کے وقت تک حکم۔ دُوسری جس کی مثال مسحِ خفین کی ہے کہ اِس میں پاؤں دھونے کا سبب تو موجود ہے لیکن مستور ہے کہ موزے نے اِس کو چھپالیا ہے اور پاؤں دھونے کا وجوبی حکم اِس سے مسح کی مدت میں مرتفع ہے وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ .

بقیہ : درس حدیث

جن کا نام براء بن مالک ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ایک ہیں براء بن عازب یہ براء بن مالک ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اُن کا نام لے کر اُن کے بارے میں کہ وہ ایسے ہیں خدا کو عزیز کہ اگر وہ کوئی بات کہیں تو اللہ تعالیٰ وہ پوری کر دیں گے۔ ایک اور بھی بات ہے کہ ایسے لوگ پھر ایسی بات ہر وقت کہتے بھی نہیں ہیں شاذ و نادر ایسے ہو جاتا ہے یہ نہیں ہے کہ ہر وقت وہ اِسی مستی میں رہیں اور ایسی کیفیت رہنی لگے ایسے نہیں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اِن حضرات کا ساتھ نصیب فرمائے، آمین۔ اختتامی دُعاء.....